کمال احمد رضوی کا منفرد کھیل ''شیشیوں کا مسیحا''

ڈاکٹر محمد نوید، وزٹنگ فیکلٹی، شعبۂ اُردو، جی سی یونیورسٹی لاہور

Abstract

Kamal Ahmed Rizvi has an individual entity as a popular actor, drama writer and translator. In this article an analytical, critical, technical and style based study of his play "Sheeshon Ka Maseeha" is presented.

قیام پاکستان سے پہلے لاہور میں اُردو سٹیج ڈراموں کے تراجم کے حوالے سے چند نام بہت اہم ہیں۔ جن میں حکیم احمد شجاع (۴۔نومبر ۱۸۹۴ء۔۱۹۶۹ء)، پطرس بخاری (یکم اکتوبر ۱۸۹۸ء۔۵۔دسمبر ۱۹۵۸ء)، ڈی جی سوندھی (۱۰۔دسمبر ۱۸۹۰ء۔۲۰۔نومبر ۱۹۶۶ء)، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم (۴۔اگست ۱۸۹۹ء۔۱۹۷۸ء)، رفیع پیر (۲۰۔مارچ ۱۹۰۰ء۔۱۱۔اپریل ۱۹۷۴ء) اور امتیاز علی تاج (۱۹۲۳ء۔۲۰۱۶ء) کی خدمات قابل ذکر ہیں۔قیام پاکستان کے فوراً بعد صفدر میر (۲۸۔مئی ۱۹۲۲ء ۹۔اگست ۱۹۹۸ء)، مہر نگار مسرور ()، علی احمد (۱۹۳۹ء)، انتظار حسین (۱۹۲۳ء۔۱۹۱۴ء)، عشرت رحمانی (۱۶۔ اپریل ۱۹۱۰ء)، بانو قدسیہ (۲۸ ۔نومبر ۱۹۲۸ء)، کمال احمد رضوی (یکم مئی ۱۹۳۰ء۔۱۷دسمبر ۲۰۱۵ء)، عثمان پیرزادہ (۵۔فروری ۱۹۵۱ء)، نعیم طاہر (فروری ۱۹۳۷ء)، رشید عمر تھانوی (۱۹۴۴ء)، شعیب ہاشمی (۱۹۳۵ء۔۲۰۰۶ء)، ڈاکٹر انور سجاد (۲۷ مئی ۱۹۳۵ء)، ذوالقرنین حیدر (س ن)، راز یوسفی (۱۹۳۸ء)، عتیق اللہ شیخ (س ن)، اطہر شاہ خان (۱۹۴۳ء) اور شوکت زین العابدین (۹ ستمبر ۱۹۴۷ء۔۶۔جنوری ۲۰۰۸ء) جیسے ڈرامہ نگاروں نے بہت عمدہ ڈراموں کے تراجم پیش کیے۔ان کی کوششوں سے لاہور میں اُردو سٹیج ڈرامے کی بہت اچھی فضا قائم ہوگئی۔الحمرا لاہور آرٹس کونسل ان لوگوں کے لیے ایک اہم تربیت گاہ بن گئی۔جہاں فنون لطیفہ اور فن ادائیہ کے مختلف لوگ آپس میں ایک دوسرے سے سیکھنے لگے جس سے اُردو سٹیج ڈرامے کو فنی حوالوں سے بہت فائدہ ہوا۔الحمرا لاہور آرٹس کونسل میں تراجم اور ماخوذ اُردو سٹیج ڈراموں کو پیش کرنے کے لیے آغاز سے ہی اچھے ڈرامہ نگار ملے اور یہاں دنیا کے معروف ڈراموں کو اُردو زبان میں پیش کیا گیا۔نئے زمانے، نئی نسل اور نئے مزاجوں کو درپیش نئی الجھنوں اور زمانی تبدیلیوں کو سمیٹے ہوئے دنیا بھر میں لکھے جانے والے ڈراموں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہاں ایک مضبوط فنی اور پختہ فکری روایت قائم ہوئی۔

آغا حشر (۱۹۷۹ء۔۱۹۳۵ء) تک اُردو ڈرامے کا سفر تخلیقی، مقصدی، نظریاتی، مذہبی اور سماجی سے زیادہ معاشی قوتوں کے تابع تھا۔تھیٹریکل کمپنیاں اچھی تفریح عوام کو اس لیے دینے کی کوشش کر رہی تھیں کہ ان کے ٹکٹ بک سکیں۔اس لیے ان کے ہاں ناچ گانے کی کثرت بھی ڈرامے کا لازمی حصہ بنی ہوئی تھی۔کیونکہ یہاں کے عوام

کے تہذیبی اور مزاجی محسوسات میں ناچ گانا شامل تھا۔لہٰذا جس کھیل میں اچھا ناچ گانا چلتا وہ کھیل اچھی دولت کماتا۔ اس لیے انگریزی، فرانسیسی اور دیگر زبانوں سے تراجم کر کے جو بھی کھیل پیش کے جاتے رہے ان میں بھی کسی نہ کسی طرح ناچ گانا داخل کر دیا جاتا تھا۔لیکن قیام پاکستان کے فوراً بعد جتنے لوگ تھیٹر پیش کر رہے تھے ان کے ہاں تخلیقی قوتیں کارفرما تھیں۔ان کے سامنے ایک مقصد تھا کہ ایسا تھیٹر پیش کیا جائے جو پاکستان کی نمائندگی کرے ۔ یہاں پیش کیے جانے والے تراجم یا ماخوذ ڈراموں کے مطالعے سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا ہے کہ یہ کھیل کسی بھی طرح سے معاشی نقطۂ نظر کو سامنے رکھتے ہوئے پیش نہیں کیے گئے بلکہ ان کا مقصد عوام کو ایک اچھی تفریح فراہم کرنا تھا۔ یہاں کے ترجمہ نگار، ہدایت کار بھی ہیں، اداکار بھی ہیں، سیٹ سجا رہے ہیں، روشنی، موسیقی اور رقص غرض تمام شعبوں میں خود کام کر رہے تھے۔ وہ صرف ترجمہ نگار نہیں بلکہ قدرتی تخلیقی قوتوں سے بھرپور آرٹسٹ تھے۔انھوں نے الحمرا لاہور آرٹس کونسل کے پلیٹ فارم سے اردو سٹیج ڈرامے کو تراجم اور ماخوذ کھیلوں کی ایک مضبوط روایت بخشی ہے۔

الحمرا آرٹس کونسل لاہور کے ان تخلیق کاروں اور فن کاروں میں کمال احمد رضوی سرفہرست ہیں۔کمال احمد رضوی صوبہ بہار کے شہر گیـــا کے ایک گاؤں جھــکشـــا میں یکم مئی ۱۹۳۰ء کو پیدا ہوئے۔آپ کا تعلق سادات خاندان سے تھا۔آپ کے والد پولیس میں ملازم تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنے گاؤں سے حاصل کی پھر ۱۹۴۸ء میں پٹنہ یونیورسٹی سے بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد آپ کا خاندان لاہور منتقل ہو گیا۔ قیام لاہور کے دوران کمال احمد رضوی نے پہلی باقاعدہ ملازمت ایونکیوئی ٹرسٹ پراپرٹی کے دفتر میں کی۔ اس دوران مرزا ادیب (۴۔ اپریل ۱۹۱۴ء۔ ۳۱۔ جولائی ۱۹۹۹ء) اور حسن منظر (مارچ ۱۹۳۴ء) سے ان کی دوستی ہو گئی اور حلقہ ارباب ذوق پاک ٹی ہاؤس (لاہور) کے ادبی اجلاس میں باقاعدگی سے شراکت کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ یہاں ان کی ملاقات انور جلال شمزا (۱۴۔ جولائی ۱۹۲۸ء۔ ۱۸۔ جنوری ۱۹۸۵ء) اور شاکر علی (۶۔ مارچ ۱۹۱۴ء۔ ۲۷۔ جنوری ۱۹۷۵ء) سے ہوئی اور جلد ہی دوستی ہو گئی۔ پھر سلیم شاہد (۳۔ دسمبر ۱۹۳۴ء۔ ۱۷۔ فروری ۲۰۰۴ء) کے توسعت سے ریڈیو پاکستان لاہور میں اسکرپٹ رائٹر اور صداکار کے طور پر وابستہ ہو گئے۔ کچھ عرصہ شاکر علی گھر قیام رہا اور اس دوران دوستوفسکی (Dostoyevsky) کے ناول "Crime and Punishment" کی ڈرامائی تشکیل جرم و ســـزا کے نام سے کی۔ تراجم یہ سلسلہ چل پڑا اور پھر کمال احمد رضوی نے غلام علی اینڈ سنز اور فیروز سنز، لاہور کے لیے ابسن (Henrik Ibsen)، اور چیخوف (Anton Pavlovich Chekhov) وغیرہ کے ڈراموں کے کئی ترجمے کیے جو شائع ہوتے رہے۔اس زمانے میں کمال احمد رضوی ادبی دنیا ،شمع اور بچوں کی دنیا کے ایڈیٹر بھی رہے۔انھوں نے خود بھی تہذیب اور پھلواری رسالے جاری کیے۔اس کے ساتھ پاکستان آرٹس کونسل لاہور میں تھیٹر سے بھی وابستہ رہے اور یہاں بہت کامیاب کھیل پیش کیے۔

کمال احمد رضوی تقریباً ۱۹۵۵ء سے ۱۹۶۰ء تک ریڈیو پاکستان سے وابستہ رہے ۔ یہاں اظہار

کاظمی (۱۹۲۵ء۔۳۰ مارچ ۲۰۱۳ء)،عشرت رحمانی (۱۶۔اپریل ۱۹۱۰ء۔۲۲۔ مارچ ۱۹۹۲ء) اور محمود نظامی (۱۹۱۱۔ ۱۹۶۰ء) جیسے قابل لوگوں سے فیض یاب ہوئے۔۱۹۶۴ء میں پاکستان ٹیلی ویژن سے وابستہ ہو گئے جہاں انھوں نے اداکار اور رائٹر کے طور پر اپنا لوہا منوایا۔ان کا مزاحیہ پروگرام الف ن ،چیک کوٹ،بانو کے میاں ، چلینج ویکلی ،آپ کا مخلص ،اور مسٹر شیطان وغیرہ بے حد مقبول ہوئے۔۲۳ مارچ ۱۹۹۰ء میں صدر پاکستان جناب غلام اسحاق (۲۲۔فروری ۱۹۱۵ء۔۲۷۔اکتوبر ۲۰۰۴ء) نے صدراتی اعزاز برائے حسن کارکردگی سے نوازا۔کمال احمد رضوی نے ۱۷۔دسمبر ۲۰۱۵ء کو ۸۵ سال کی عمر میں وفات پائی۔

کمال احمد رضوی کی تصنیفات کی تعداد بہت زیادہ ہے جو مکتبہ میری لائبریری لاہور، فیروز سنز اور غلام علی سنز لاہور سے شائع ہوتی رہیں۔ان میں زیادہ تعداد ایسی چھوٹی چھوٹی کتب کی تھی جو بچوں کے ترجمہ یا طبع زاد کہانیاں اور ڈرامے تھے۔جیسے ایک مکان دو دیواریں اور زمرد محل وغیرہ۔ان کے مطبوعہ تراجم میں جرم و سزا،لاہور: فیروز سنز ۱۹۵۸ء،۲۔کیرو کی ہاتھ کی لکیر،لاہور: شعاع ادب ۱۹۶۲ء،۴۔دغا باز لاہور ،مکتبہ میری لائبریری،۱۹۶۹ء،۵۔گیس لائٹ ،۶۔مرغابی،۷۔بلاقی بد ذات ،۸۔شیشوں کا مسیحا ،کراچی: یوسف راہی،۲۰۱۰ء وغیرہ شامل ہیں۔ان کے علاوہ ان کی دیگر کتب میں منتخب ڈرامے ، لاہور کتاب منزل،۱۹۶۰ء،۲۔ الف ن،لاہور فیروز سنز،۱۹۸۲ء،۳۔کمال احمد رضوی کے پانچ ڈرامے ،اسلام آباد،ادارہ ثقافتِ پاکستان، جولائی ۱۹۸۲ء،۴۔کمال کی باتیں (خاکے)،کراچی: اٹلانٹس پبلی کیشنز،فروری ۲۰۱۶ء وغیرہ شامل ہیں۔الحمرا لاہور آرٹس کونسل میں ان کے حسبِ ذیل کھیل پیش ہوئے: سائے (۱۹۶۰ء)،بلاقی بذات (جنوری ۱۹۶۴ء)،دغا باز (اپریل ۱۹۶۴ء)،خالد کی خالہ (مارچ ۱۹۶۶ء)،کسی کی بیوی کس کا شوہر (جنوری ۱۹۶۴ء)،ہم سب چور ہیں (جنوری ۱۹۷۱ء)،صاحب بی بی اور غلام (اگست ۱۹۷۱ء)،کہتے تھے نہ دیں گے دل (مئی ۱۹۷۲ء)،الن بذات خود (اکتوبر ۱۹۸۷ء) اور بیوی کا سوال ہے (ستمبر ۱۹۸۸ء) وغیرہ۔

کمال احمد رضوی نے جہاں اپنی اداکاری و ہدایت کاری کے جواہر دکھائے وہاں اردو اسٹیج ڈراموں کے تراجم سے پاکستانی اردو اسٹیج ڈرامے کی روایت میں اہم کردار ادا کیا۔آسان،سادہ اور رواں مکالموں جو طنز و مزاح سے بھرپور صورت حال کو پیش کرتے ہوئے ناظرین کے یہاں دل جیتے وہاں ان کو سوچنے پر بھی مجبور کرتے۔انھوں نے عام روزمرہ کے موضوعات کو پیش کیا وہاں جدید دور میں انسانوں کی ذہنی اور نفسیاتی پیچیدگیوں بھی کو موضوع بناتے ہوئے۔فرد کے داخلی کرب سے نجات دینے کے لیے اس کی اندرونی قوتوں سے ٹکراؤ،مختلف خارجی واقعات و حوادث سے پیدا ہونے والے ذہنی بکھراؤ اور فرد کی ذات کی شکست و ریخت کی کیفیت کو بھی موضوع بنایا۔یہ موضوع یہاں کے اسٹیج ڈرامے کے لیے نیا تھا کہ نفسیاتی امراض بڑھ جائیں تو بعض افراد جرم کا رستہ اختیار کرتے ہوئے وحشت اور درندگی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔نفسیاتی امراض کے تحت ہونے والے مختلف جرائم جن میں قتل جیسا نا قابل معافی جرم بھی

شامل ہے۔ کچھ لوگ اسی روحانی اور نفسیاتی کشمکش میں اپنے اندر اپنی ذات سے گناہ اور ثواب کی جنگ لڑتے ہیں۔ جس میں بعض لوگ کامیاب بھی ہو جاتے ہیں۔ مرد کے معاشرے میں اخلاقیات کی ہتھکڑیوں میں جکڑی ہوئی عورت داخلی توڑ پھوڑ اور بے شمار نفسیاتی الجھنوں کا شکار رہتی ہے۔ عورت کی انہی نفسیاتی مشکلات کو موضوع بناتے ہوئے اور اس کی جنسی ضروریات کو اخلاقیات پر ترجیح دیتے ہوئے **شیشوں کا مسیحا** میں ایک نئے رجحان کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ کھیل کمال احمد رضوی کے روایتی موضوعات، اسلوب اور مزاج سے ہٹ کر لکھا ہوا ہے۔

کمال احمد رضوی کا کھیل ''شیشوں کا مسیحا''(۱۷ اپریل ۱۹۶۲ء) ولیم سمرسٹ ماہم (William Somerset Maugham) کے کھیل ''The Sacred Flame'' کا آزاد ترجمہ کیا ہے۔ سمرسٹ ۲۵ جنوری ۱۸۷۴ء کو پیرس میں پیدا ہوا اور ۶ دسمبر ۱۹۶۵ء میں وفات پائی۔ سمرسٹ برطانوی فکشن نگار تھا۔ ۱۹۳۰ء کے زمانے میں سمرسٹ کے ڈراموں، افسانوں اور ناولوں کو اپنے عہد کے دوسرے لکھنے والوں میں ممتاز مقام اور مقبولیت حاصل تھی۔ سمرسٹ ۱۰ سال کا تھا جب اس کے والدین وفات پا گئے۔ ان کی کفالت ان کے چچا نے کی اور اسے ڈاکٹری کی تعلیم دلوائی۔ ۱۹۱۶ء میں برطانوی خفیہ انٹیلی جنس سروس میں بھرتی ہوا اور ۱۹۱۷ء میں سوئٹزر لینڈ اور روس میں کام کیا۔ اس کے بعد بھارت اور جنوبی مشرقی ایشیا کا سفر کیا۔ سمرسٹ کا پہلا ناول ''Liza of Lambeth'' ۱۸۹۷ء میں شائع ہوا۔ ''The Sacred Flame'' اس نے ۱۹۲۸ء میں لکھا اور پہلی بار لندن میں ۱۹۲۹ء میں اسٹیج ہوا۔ اس کے بعد ۲۴ نومبر ۱۹۲۹ء میں اسی کھیل پر فلم بنایا گیا جو یو ایس اے میں ریلیز کیا گیا۔ سمرسٹ نے کل ۲۴ کھیل لکھے۔ مذکورہ کھیل ان کا اکیسواں کھیل ہے۔ سمرسٹ کے کھیل کمرشلی بہت مقبول تھے۔ لیکن یہ کھیل انھوں نے اپنے دیگر کھیلوں سے ہٹ کر لکھا۔ اس کھیل میں انھوں نے اخلاقیات اور انسانی نفسیات میں گھرے کرداروں کو ایک عجیب داخلی اور خارجی کشمکش کے ساتھ پیش کیا جن کے مکالمات فطری انداز میں لکھے گئے ہیں۔ قول اور فعل کے تضادات کے ساتھ عورت کی مرد سے پاکیزہ محبت اور عورت کی جنسی قوت کو موضوع بنایا ہے۔[۲]

کمال احمد رضوی نے ''The Sacred Flame'' کا آزاد اُردو ترجمہ شیشوں کا مسیحا کے عنوان سے ۱۹۶۲ء میں کیا۔ میرے پیش نظر ان کا اصل سکرپٹ ہے جو کمال احمد رضوی کے ہاتھ سے لکھے (۳) ہوئے A4 سائز کے ۱۷ اصفحات پر مشتمل ہے۔ جس کے ٹائٹل پر لکھا ہے ''پاکستان آرٹس کونسل لاہور کی پیش کش۔ مارچ ۱۹۶۲ء۔ کمال احمد رضوی''۔ کمال احمد رضوی پر گورنمنٹ کالج یونیورسٹی لاہور سے ایم اے (اُردو) کا مقالہ بعنوان کمال احمد رضوی کی ڈرامہ نگاری لکھا گیا۔ اس مقالے میں ان کے تقریباً تمام طبع زاد یا ترجمہ شدہ تمام کھیلوں کا ذکر کیا گیا ہے لیکن مذکورہ کھیل کا ذکر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ الحمرا لاہور آرٹس کونسل میں پیش کیے جانے والے ڈراموں کی فہرستوں[۴] میں بھی اس کھیل کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ نہ یہ کھیل الحمرا لاہور آرٹس کونسل میں ۱۹۶۲ء کے بعد دوبارہ پیش ہی کیا گیا۔ اس کھیل کے سکرپٹ کی حالت خاصی بوسیدہ ہے۔ لیکن اس کا متن پڑھے جانے کے قابل ہے۔

یہ کھیل اپنی نوعیت کا ایک منفرد کھیل ہے۔ اُس زمانے میں الحمرا لاہور آرٹس کونسل میں پیش کیے جانے والے تجرباتی ڈراموں سے اس کا تعلق ہے۔ اس اخلاقی اور نفسیاتی کھیل میں ڈرامہ نگار نے اخلاقی دیواروں میں جکڑی ہوئی عورت کو آزاد کرتے ہوئے۔ اس کی جنسی ضروریات کو اخلاقیات پر ترجیح دی ہے جیسے بیگم درانی کا خاوند جوانی میں مر گیا اور اخلاقیات کی چادر اوڑھ کر جنسی مسائل سے دوچار رہی۔ لیکن جب اس کا بیٹا اپاہج ہو گیا تو بیگم درانی نے اپنی جوان بہو کے امجد کے ساتھ جنسی تعلقات کو قبول کر لیا کیونکہ وہ چاہتی ہے کہ یہ بھی میری طرح ساری زندگی ان مسائل میں نہ گھری رہے۔ جن کا تجربہ بیگم درانی کو ہوا۔ اپنے موضوعاتی حوالے سے یہ کھیل منٹو کے ڈرامے ''اس منجدھار میں'' سے ملتا جلتا ہے۔

یہ کھیل تین ایکٹ پر مشتمل ہے۔ کھیل کا آغاز غیر محسوس انداز میں ہوتا ہے۔ اس کھیل وقت ایک تسلسل (linear time) کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ اس کھیل کی کہانی دو دونوں پر مشتمل ہے۔ ڈرامہ نگار نے اس کھیل داخلی اور خارجی تصادم (internal conflict) آہستہ آہستہ اپنے عروج پر پہنچتا ہے۔ شگفتہ اور سہیلہ ایک طرف خارجی تصادم کا شکار ہیں۔ دوسری طرف بیگم درانی جس نے اپنے بیٹے کو زہریلی گولیاں دے کر زندگی سے آزاد کر دیا ہے۔ اپنے داخلی کرب کا شکار ہے۔ شگفتہ اپنے خاوند سے اپاہج خاوند سے بہت پیار کرتی ہے۔ لیکن چونکہ امجد کے سہیلہ کے جنسی تعلقات ہیں۔ اس لیے وہ بری طرح ذہنی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اس طرح کرداروں کا تجسس ناظرین کو جکڑے ہوئے ہے۔

اس کھیل کا سیدھا سادہ پلاٹ یوں ہے۔ مسعود درانی اپنی نئی نویلی دلہن سہیلہ کے ساتھ سفر کے دوران جہاز کے حادثے میں اپاہج ہو جاتا ہے۔ اس کی بیوی دو سال سے اس کی خدمت کر رہی ہے۔ مسعود کی یہ محبت کی شادی تھی۔ اس کی بیوی بھی اس کے ساتھ بے پناہ محبت کرتی ہے۔ مسعود کی والدہ بیگم غزالہ درانی نے اپنے گھر میں ایک ڈاکٹر اور ایک نرس شگفتہ، مسعود کے علاج کے لیے مامور کر رکھے ہیں۔ شگفتہ انسانیت کے ناطے مسعود سے پاکیزہ محبت کرتی ہے کہ یہ ایک اپاہج انسان ہے جو کبھی ٹھیک نہیں ہو سکتا۔ اپنی بیوی سے بے پناہ پیار کرتا ہے اور اپنے اپاہج پن کا خیال کیے بغیر وہ ہر وقت اپنی سہیلہ کی چھوٹی سی چھوٹی خوشی کا بھی خیال رکھتا ہے۔ شگفتہ، بیگم درانی کو ایک نہایت رحمدل، سلیقہ منداور دیوی خاتون سمجھتی ہے۔ بیگم درانی کا فیملی فرینڈ میجر وحید ان کے گھر آتا جاتا ہے۔ بیگم درانی کا مخلص دوست ہے اور اس کی بے حد عزت کرتا ہے۔ مسعود کا ایک کزن امجد ڈھاکہ سے ملنے آیا ہے اور یہاں ہی قیام پذیر ہو گیا ہے۔ مسعود اکثر سہیلہ کو امجد کے ساتھ باہر جانے کا کہتا ہے۔ ایک دن سہیلہ اور امجد فلم دیکھنے چلے جاتے ہیں۔ رات کو سہیلہ واپس آتی ہے تو اسے چکر آنے لگتے ہیں۔ مسعود اور اس کی والدہ کو معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ حاملہ ہے حالانکہ شادی کے پہلے ہی دن مسعود اپاہج ہو گیا تھا اور شادی کے قابل نہیں رہا تھا۔ مسعود، امجد اور سہیلہ کو اکیلے چھوڑ کر سونے کے لیے چلا جاتا ہے۔

اگلی صبح شگفتہ، مسعود کے کمرے میں جاتی ہے تو اسے مردہ پا کر شور مچاتی ہے۔ امجد ڈاکٹر کو لے کر آتا ہے۔ ڈاکٹر معائنہ کر کے بتاتا ہے کہ دل کا دورہ پڑنے سے موت واقع ہوئی ہے۔ لیکن نرس اس بات پر یقین نہیں کرتی وہ کہتی ہے کہ رات کو ٹھیک تھا۔ اسے دل کا دورہ نہیں پڑا بلکہ اس کا قتل کیا گیا ہے۔ اس دوران میجر وحید بھی آجاتا ہے۔

نرس مسعود کا پوسٹ مارٹم کروانا چاہتی ہے لیکن سب اسے منع کرتے ہیں کہ اس کا کوئی قاتل نہیں ہے۔شگفتہ بضد ہے کہ اپنے مریض کا اس طرح قتل فراموش نہیں کرسکتی۔وہ پوسٹ مارٹم کروانا چاہتی ہے تاکہ حقیقت سامنے آئے اور مجرم کو سزا دلوائے۔شگفتہ کو مسعود کی بیوی پر شبہ ہے اور وہ اس کا اظہار بھی کر دیتی ہے۔وہ سب کو بتاتی ہے کہ امجد کے ساتھ اس کے جنسی تعلقات ہیں۔یہ حاملہ ہے۔ اس لیے اس نے مسعود کو قتل کر دیا۔لیکن بیگم درانی سب کو حیران کر دیتی ہے کہ میرے بیٹے نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ جب میں زندگی کا بوجھ نہ اٹھا سکا تو آپ مجھے زندگی سے آزاد کرنے میں میری مدد کریں گی۔رات کو اس نے مجھے آواز دی اور وعدہ یاد دلایا۔میں نے اسے وہ خواب آور گولیاں نکال کر دیں جن سے وہ زندگی سے آزاد ہو گیا۔شگفتہ،بیگم درانی سے سخت نفرت کرتی ہے۔بیگم درانی مزید بتاتی ہیں کہ مجھے بہت پہلے سے معلوم ہے کہ امجد کے ساتھ سہیلہ کے جنسی تعلقات ہیں۔سہیلہ اور امجد سخت شرمندہ ہوتے ہیں۔اس کے بعد شگفتہ ڈاکٹر مسعود کی طبعی موت کا ڈیتھ سرٹیفیکٹ جاری کرنے کی اجازت دے دیتی ہے ۔

یہ ایک اخلاقی اور نفسیاتی کھیل ہے۔ایک ایسا جوان جو اپاہج ہو گیا ہے۔اس کی جوان بیوی دو سال سے اس کے ساتھ گھر میں بیٹھی ہوئی ہے حالانکہ اسے علم ہے کہ مسعود ازدواجی زندگی کے قابل نہیں اور نہ ہی کبھی ٹھیک ہوگا۔وہ چاہتی تو مسعود کو چھوڑ کر کسی اور شخص سے شادی کر لیتی لیکن اس کی شرافت اور اخلاقی وقار نے اسے ایسا کرنے کی اجازت نہیں دی۔اگرچہ اس کردار کے اپنے جنسی اور نفسیاتی مسائل ہیں۔وہ ایک غیر مطمئن زندگی گزار رہی ہے۔ایک طرف اپنے خاوند سے پاکیزہ محبت کرنا اور دوسری طرف گھر کے دوسرے کمرے میں امجد کا بستر گرم کر کے حاملہ ہو جانا۔یعنی عورت کی جنسی قوت اس ساری اخلاقیات سے بالاتر ہو کر دل میں پاکیزہ محبت رکھتے ہوئے بھی امجد کے ساتھ جنسی تعلقات جوڑ لیتی ہے ۔

اس کھیل کا دوسرا کردار بیگم درانی جو یہ جانتی ہے کہ اس کی بہو کے امجد کے ساتھ جنسی تعلقات ہیں۔اس کے باوجود وہ بہو کو احساس نہیں ہونے دیتی کہ وہ جانتی ہے۔بہو کو منع کرنے یا اس سے نفرت کرنے کے بجائے اسے بیٹی کی طرح چاہتی ہے۔اسے ہر جائزہ ناجائزہ کام کی اجازت دے رکھی ہے۔پھر اپنے بیٹے سے بے پناہ پیار کرنے کے باوجود اسے اپنے ہاتھوں زہر دے کر اسے زندگی کی قید سے آزاد کر دینا۔یہ کردار بھی ذہنی پیچیدگیوں اور نفسیاتی الجھنوں کا شکار ہے۔جس کے تحت اس کردار میں منافقانہ اخلاقیات پیدا ہوئی ہے جو حرام کو حلال اور ناجائز کو جائز قرار دینے کی منطق پیش کرتی ہے کیونکہ اس کردار نے اپنے ماضی میں اپنے خاوند کی وفات کے بعد زندگی کے چالیس سال تنہا گزارے تھے۔اس دوران بیگم درانی جنسی مسائل سے دوچار ہوئی لیکن اخلاقی حدود کو عبور نہ کرسکی۔اب جب خود اس کے گھر میں اس کی بہو اسی مشکل کا شکار تھی تو بیگم درانی نے اپنی ذہنی الجھنوں کو حل کرنے کے لیے مصنوعی اخلاقیات کا جال پھیلاتے ہوئے۔اپنی بہو کے ہر ناجائز عمل سے آنکھ بند کر لی۔اپنے بیٹے سے کیے ہوئے وعدے کی پاسداری بھی ہے یہ ایک اخلاقیات کا ڈھونگ ہے کہ ''وعدہ خلافی نہیں کی'' اور بیٹے کو گولیاں کھلا کر زندگی سے آزاد کر دیا۔اس کا یہ عمل بھی انتقامی جذبے کے تحت ہوا ہے۔

حواشی:

۱۔ یہ کھیل ۲۰۱۰ء میں کراچی سے یوسف راہی نے شائع۔اس کھیل کے شروع میں تین صفحات پر مشتمل کمال احمد رضوی کا دیباچہ شامل ہے۔

۲۔ http://en.wikipedia.org/wiki/W._Somerset_Maugham

۳۔ راقم الحروف کمال احمد رضوی کے خطِ تحریر سے واقف ہے۔

۴۔ الحمرا آرٹس کونسل لاہور میں پیش ہونے والے ڈراموں کا ایک رجسٹر میں اندارج کیا جاتا ہے۔اس کے علاوہ الحمرا آرٹس کونسل لاہور کی شائع کردہ کتاب الحمرا آرٹس کونسل لاہور کے پچاس برس میں یہاں پیش ہونے والے ڈراموں کی فہرستیں شائع کی گئی ہیں۔ان میں کمال احمد رضوی کے دیگر ڈرامے شامل ہیں لیکن شیشوں کا مسیحا کا اندارج نہیں کیا گیا۔

مآخذ:

۱۔ ثمر منیر، کمال احمد رضوی کی ڈرامہ نگاری، غیر مطبوعہ مقالہ برائے ایم۔اے (اُردو)، لاہور: جی سی یونیورسٹی، ۲۰۰۲ء

۲۔ رضوی، کمال احمد، شیشوں کا مسیحا، کراچی: یوسف راہی پبلشرز، ۲۰۱۰ء

۳۔ رضوی، کمال احمد، قلمی مسودہ،،شیشوں کا مسیحا، لاہور: مخزونہ الحمرا آرٹس کونسل لائبریری، ۱۹۶۲ء

۴۔ نذیر احمد، مرتبہ؛ الحمرا (لاہور آرٹس کونسل) کے پچاس برس پر ایک طائرانہ نظر، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۹ء

۵۔ http://en.wikipedia.org/wiki/W._Somerset_Maugham

☆☆☆